# قربِ الٰہی کے دو راستے

مولانا محمد منظور نعمانی

الفرقان بکڈپو نظیر آباد لکھنؤ - ۱۸
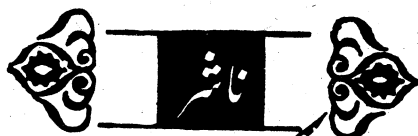
# ایک ضروری گزارش

اس کتاب کو ای بُک بنانے میں ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ کوئی اللہ کا مخلص بندہ اس کو پڑھ کر ہدایت پاجائے اور ہمارے لئے مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔

جن پبلشرز حضرات کی کتاب کو بغیر اُنکی اجازت کے ہم نے یہ کیا ہے ان سے عاجزانہ گزارش ہے کہ اللہ کے لئے ہم کو معاف کر دیں، اللہ سے قوی امید ہے کہ انشاءاللہ قیامت میں آپ کو اس کا بدلہ آپ کی توقع سے زیادہ دیکر آپ کو خوش کر دے گا

# قربِ الٰہی

کے

# دو راستے

از


مولانا محمد منظور نعمانی



ناشر

الفرقان بکڈپو نظیر آباد (۳۱- نیا گاؤں مغربی)

لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل ایمان کے لئے تقرب الی اللہ اور دینی و روحانی ترقی کے دو طریقے اور دو راستے ہیں جو ہمیشہ سے کھلے ہوئے ہیں اور بندگان خدا ہر زمانہ میں کم و بیش ان ہی پر چل کر منزل مقصود تک پہنچتے رہے ہیں

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی اصلاح و ترقی اور اپنے ہی نفس کے تزکیہ و تحلیہ میں زیادہ سے زیادہ ساعی رہے، جس کی صورت یہ ہے کہ فرائض و واجبات کی ادائگی اور معصیات و مکروہات سے اپنے نفس کی حفاظت کا بیش از بیش اہتمام کرتے ہوئے جس قدر بھی ممکن ہو نفلی عبادات و قربات روزہ و نماز اور ذکر و فکر وغیرہ میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہے۔ بعض ائمہ محققین کی اصطلاح کے مطابق اس طریقہ کو "قرب بالنوافل" کہا جاسکتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی اور معصیات و مکروہات سے پرہیزگاری کا اہتمام کرتے ہوئے اور اوقات میں گنجائش کے مطابق نفلی عبادات و قربات اور ذکر و فکر میں بھی خاص اشتغال رکھتے ہوئے اپنا زیادہ وقت اخلاص نیت کے ساتھ (یعنی محض رضاء الٰہی اور اجر اخروی کو مطمح نظر بنا کر) دوسرے بندگان خدا کی اصلاح و ہدایت تعلیم و تربیت اور تبلیغ و نصیحت جیسے کاموں میں اور اعلاء کلمۃ الحق و احیاء شریعت کی کوششوں میں صرف کیا جائے ـــ اس طریقہ کو "قرب بالفرائض" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور اگرچہ

اسلام کے قرون اولیٰ میں سالکینِ راہ رضا اور طالبین قرب مولا کے لئے یہی عام شاہراہ تھی لیکن بعد کے زمانوں میں کچھ خاص اسباب کی وجہ سے اس راہ پر چلنے والوں کی کثرت نہیں رہی بلکہ معاملہ معکوس ہو گیا، یعنی اہل سلوک کے مختلف حلقوں میں زیادہ تر پہلے ہی طریقہ کو اختیار کر لیا گیا۔ اور اس سے بھی بڑا اور افسوسناک ذہنی تغیر یہ ہوا کہ بہت سے خانقاہی دائروں میں سلوک الی اللہ اور تقرب خداوندی کو صرف اسی پہلے طریقہ (قرب بالنوافل) ہی میں منحصر بھی سمجھا جانے لگا اور ان لوگوں کے خیال میں روحانی و دینی کمال صرف قرب بالنوافل ہی کا نام رہ گیا مختلف زمانوں میں مصلحین و مجددین نے اس غلط خیالی کو محسوس کر کے اس کی اصلاح کی کوششیں بھی کیں لیکن پھر بھی بہت سے خاص و عام حلقوں میں یہ غلط فہمی اب تک چلی آرہی ہے[1] جس کا افسوسناک اور نہایت مضرت رساں نتیجہ یہ ہے کہ امت کی عمومی تعلیم و تربیت، اصلاح و دعوت اور اقامت دین و احیاء شریعت کا وہ اہم بنیادی کام جو دینی نظام کے لئے گویا ریڑھ کی ہڈی ہے اور دین کی سرسبزی و شادابی جس پر موقوف ہے اور بلاشبہ جس کا اجر اور درجہ بھی اللہ کے نزدیک صرف نفلی عبادات و قربات اور ذکر و فکر میں مشغول رہنے سے بہت زیادہ ہے، آج ان عام و خاص حلقوں میں وہ ایک عمومی قسم کا اور معمولی درجہ کا کام سمجھا جاتا ہے

---

[1] گذشتہ صدیوں میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اور ان کے بعد ان ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امیر المومنین سید احمد شہیدؒ اور ان کے خاص رفقاء نے اس غلطی کی اصلاح کی طرف خاص اور مستقل توجہ فرمائی جیسا کہ "مکتوبات امام ربانی" اور صراط مستقیم کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔

اور دینی و روحانی ترقی کے طالب اور قربِ خداوندی کے جویا اپنے اس سفر میں اور اس مقصد کے لئے اس راہ سے چلنے اور اپنے اوقات اور اپنی ہمتوں کو اس رخ پر لگانے کا ارادہ بھی نہیں کرتے جس کی وجہ سے یہ میدان اصحاب ہمت و عزیمت سے خالی اور یہ بازار سرد پڑا ہوا ہے حالانکہ "شہسواروں" کی تگ و تاز کے لئے اصل جولانگاہ اور "شاہبازوں" کی پرواز کے لئے اصل فضا یہی تھی۔

یہ کیوں ہے؟ ـــــ اور یہ عام و خاص حلقے اس غلط فہمی اور غلط عملی میں کیوں مبتلا ہوئے۔ اور کیوں اب تک مبتلا ہیں؟ ـــــ اگرچہ یہ سوال اور اس کا جواب آج کے ہمارے موضوع سے خارج ہے تاہم اصل مدعا ہی کو سلجھانے کی خاطر اس بارہ میں اتنا عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہانتک عوام الناس کی غلط فہمی کا تعلق ہے سو اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ پہلے طریقہ (قرب بالنوافل) میں چونکہ سالک عوام کی دنیا سے الگ تھلگ رہ کر ہمہ تن عبادت اور ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے اور مشاغل دنیوی میں پھنسے ہوئے عوام اس طرز زندگی کو بیحد مشکل اور انتہائی درجہ کا غیر معمولی کام سمجھتے ہیں اور اس طرح کی مشکل اور غیر معمولی باتوں ہی سے متاثر ہونا اور ان کی خاص اہمیت و وقعت سمجھنا چونکہ عام انسانوں کا مزاج ہے اس لئے یہ بیچارے اسی طریق کو قرب الٰہی اور خدا رسی کا خاص الخاص راستہ سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس طریق پر چلنے والوں سے خوارق و کشوف وغیرہ کا ظہور بھی نسبتاً زیادہ ہوتا ہے[1]۔ اس لئے بھی خیال عام اسی طریق کو خدا رسی کا خاص راستہ اور اسی طرز زندگی کو سب سے بڑا دینی و روحانی

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر

کمال سمجھتا ہے ۔

رہے اس خیال کے خواص، یعنی خود اہل سلوک کے وہ حلقے جو اس غلطی میں مبتلا ہیں اور سلوک الی اللہ کو اسی طریق میں منحصر سمجھتے ہیں ۔ سو اس کی بہت سی وجوہ ہیں ۔ جن میں سے ایک عمومی اور اس جگہ قابل ذکر وجہ یہ بھی ہے کہ اس طریق (قرب بالنوافل) میں یکسوئی کے ساتھ کثرت ذکر و فکر سے سالک کے باطن میں ایک گونہ لطافت و نورانیت اور ملاء اعلیٰ سے ایک طرح کی خاص مناسبت و موانست پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ اپنے اندر کچھ آثار وانوار محسوس کرنے لگتا ہے ۔ اور بسا اوقات خاص "احوال و کیفیات" اور مشاہدات و تجلیات" کا دروازہ اس پر کھل جاتا ہے ۔ اور دوسرے طریقہ (قرب بالفرائض) میں چونکہ عوام کیساتھ بھی اختلاط رہتا ہے ۔ اور احوال و اوقات میں بھی تشتت و انتشار ہوتا رہتا ہے اس لئے ان احوال و کیفیات کا ورود اس میں اس طرح سے عموماً نہیں ہوتا

---

حاشیہ گذشتہ

قرب بالنوافل کے اس طریق میں چونکہ سالک کو عالم ملکوت سے زیادہ مناسبت ہو جاتی ہے ۔ نیز یکسوئی کے ساتھ حق جل جلالہ کی طرف متوجہ رہنے کی وجہ سے اس کی ہمت و روحانیت بھی بہت زیادہ قوی ہو جاتی ہے اس لئے خوارق و کشوف جیسی چیزوں کا ظہور ان حضرات سے زیادہ ہوتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ مابعد کے بہت سے اولیاء اللہ سے قریب بہ تواتر اتنے خوارق منقول ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے صحابی حتیٰ کہ حضرات خلفاء اربعہ سے بھی منقول نہیں ۔ حالانکہ عنداللہ ان اولیاء اللہ کا درجہ ان حضرات صحابہ کے خدام کے برابر بھی نہیں ۔ اس مضمون کی پوری تفصیل اور تحقیق مکتوبات امام ربانی میں دیکھی جا سکتی ہے ۔

یا بہت کم ہوتا ہے۔ بہرحال پہلے ہی طریقہ کے ساتھ بہت سے اہل سلوک کی خصوصی دلچسپی کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے۔

حالانکہ یہ "احوال وکیفیات" اور "مشاہدات وتجلیات" اس فن کے اکابر وائمہ کے نزدیک کوئی خاص مقصدی اہمیت نہیں رکھتے بلکہ ان کا درجہ صرف یہ ہے کہ ان کے ذریعہ مبتدیان راہ سلوک کی ہمت افزائی کی جاتی ہے، تاکہ شوق وطلب برابر ترقی پذیر رہے اور سعی وجہد کا قدم آگے بڑھتا رہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مشہور خلیفہ ملا یار محمد بدخشی کو ایک مکتوب میں انہی "مشاہدات وتجلیات" کے متعلق لکھتے ہیں۔

شیخ اجل امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی فرمودہ اند تلک خیالات تربّی بہا اطفال الطریقۃ "(مکتوب ۲۱۱ ج ۱)

دو شیخ اجل امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی نے فرمایا ہے کہ یہ خیالی چیزیں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ مکتب طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے"

اور ایک دوسرے مکتوب میں جو ملا حاجی محمد لاہوری کے نام ہے۔ ارقام فرماتے ہیں:۔

احوال ومواجید وعلوم ومعارف کہ صوفیہ را در اثنائے راہ دست میدہند نہ از مقاصد اند بل اوہام وخیالات تربّی بہا الاطفال

جو احوال ومواجید اور علوم ومعارف صوفیہ پر اثنار سلوک میں وارد ہوتے ہیں وہ مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ اوہام وخیالات کی قبیل کی چیزیں ہیں جن کے ذریعہ مکتب طریقت کے بچوں کو

تربیت دی جاتی ہے ۔"

بہر حال یہ انوار و تجلیات اور یہ احوال و کیفیات جن کا ورود "قرب بالنوافل" کے راستہ سے چلنے والے بہت سے سالکوں پر ہوتا ہے ، اگرچہ وسیلۂ تربیت اور ذریعہ ترقی ہونے کی حیثیت سے قابل شکر انعامات الٰہیہ ہیں ، تاہم نہ یہ خود مقصود و مطلوب ہیں اور نہ ایسی دولت ہیں جس کے لئے "قرب بالفرائض" کا راستہ چھوڑ کے "قرب بالنوافل" ہی کا طریقہ اختیار کیا جائے

حضرت امام ربانیؒ ایک مکتوب میں خاص اپنے متعلق ارقام فرماتے ہیں ۔

| | |
|---|---|
| ایں فقیر از فقد وقت خودمی نویسد کہ مدتہا | یہ فقیر خود اپنی حالت لکھتا ہے کہ مدتوں علوم |
| از علوم و معارف و از احوال و مقامات در | و معارف اور احوال و مقامات ابر نیساں کی |
| رنگ ابر نیساں ریختند و کارے کہ باید کرد | طرح برسے اور ان کا جو نتیجہ نکلنا چاہیے تھا |
| بعنایت اللہ سبحانہ کردند ۔ والحال آرزوئے | اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وہ پورا ہوا ، اور |
| نماندہ است الا آں کہ احیائے سنت از | اب اس کے سوا کوئی ارمان اور آرزو نہیں |
| سنن مصطفویہ علی صاحبہا الصلوات و | رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |

---

[1] حضرت مجددؒ کی ان عبارات کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ "احوال و کیفیات" اور مشاہدات و تجلیات " شیطانی قسم کے وساوس و اوہام ہیں ، بلکہ واقعہ یہ ہے (جیسا کہ خود حضرت مجددؒ ہی نے اسی مکتوب میں آگے چل کر وضاحت فرمائی ہے) کہ یہ بھی ایک درجہ میں انعامات الٰہیہ ہیں اور سالک کو ان سے بہت کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے بشرطیکہ ان سے ہمت افزائی ہی کا کام لیا جائے اور سالک انہی کو مقصود منتہا سمجھ کر ان میں پھنس کر نہ رہ جائے ۔

التسلیمات نمودہ آید و احوال و مواجید ارباب ذوق را مسلّم باشد"
(مکتوب ۳۰)

کی سنتوں میں سے کسی سنت کا احیاء کیا جائے اور اسکو رواج دیا جائے۔ اور احوال و مواجید ارباب ذوق کو مبارک ہوں،

## قرب بالفرائض کی ترجیح وفضیلت کے وجوہ

"قرب بالفرائض" کے طریقہ اور اس سلسلہ کے مشاغل (مثلاً خدا فراموش انسانوں میں تبلیغ و دعوت، جاہلوں ناواقفوں کی تعلیم و تربیت اور اقامت دین و احیاء شریعت کیلئے جدوجہد وغیرہ) کو قرب "بالنوافل" کے طریقہ کے مقابلہ میں ترجیح وفضیلت کی یہ وجہ تو بالکل ظاہر ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے خاص مشاغل و وظائف ہیں۔ اور وہ حضرات (علیہم الصلوٰۃ والسلام) خاص انہی کاموں کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ پس اپنی قوتوں اور اپنی ہمتوں کو ان ہی کے طریقہ پر اخلاص و احتساب کے ساتھ ان کاموں میں لگانا، اور اسی جدوجہد کو اپنا خاص وظیفۂ حیات بنالینا ان مقدس و برگزیدہ ہستیوں کی خاص نیابت، بلکہ ایک طرح سے ان کی رفاقت اور ان کے مقصد ان کی فکر اور ان کے درد میں شرکت ہے اور ایک غیر نبی کے لئے اس سے بڑی کوئی سعادت نہیں ہوسکتی۔

علاوہ ازیں اس طریقہ کا فیض متعدی ہے کہ اس راہ کا چلنے والا اپنی اصلاح و تکمیل کے ساتھ اور سیکڑوں ہزاروں بندگان خدا کی اصلاح و ہدایت کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔ اور اس واسطے صحیح حدیث :-

من دل علی خیر فله مثل اجر فاعله (مسلم)

"جو شخص کسی آدمی کو کسی نیکی کی طرف رہنائی کرے تو اس شخص کو اس نیکی کے کرنے والے ہی کے برابر الگ ثواب ملے گا۔"

کے مطابق سیکڑوں ہزاروں انسانوں کے بے حساب و بے شمار اعمال خیر کے بھی اجر کا مستحق ہوتا ہے۔

نیز یہاں یہ نکتہ بھی خاص طور سے ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ "قرب بالنوافل" کے طریق میں زیادہ سے زیادہ محنت و مجاہدہ کرنے والے اپنے گنے چنے فرائض کے علاوہ صرف اپنی نفلی عبادات و قربات کا ہی سرمایہ جمع کر سکتے ہیں، لیکن "قرب بالفرائض" کی راہ پر چلنے والے چونکہ سیکڑوں انسانوں کو ان کے بنیادی فرائض کی تبلیغ و تلقین کرتے اور تعلیم دیتے ہیں اس لئے ان کے حساب میں اپنے ذاتی فرائض و نوافل کے علاوہ ان سیکڑوں آدمیوں کے فرائض (اور نوافل) کا بھی اجر لکھا جاتا ہے اور یہ معلوم و مسلم حقیقت ہے کہ فرائض کا اجر نوافل سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اور نفس ایمان و اسلام کا درجہ تو یقیناً فرائض و نوافل سب سے زیادہ ہے، پس اللہ کا جو بندہ "قرب بالفرائض" کی راہ اختیار کر کے خدا و رسول سے بیگانہ اور حقیقت ایمان و اسلام سے ناآشنا قسم کے جاہلوں اور غافلوں میں تبلیغ کر کے اور ان کو تعلیم و تربیت دے کے دین سے آشنا کرتا ہے، اس میں کیا شبہ کہ اس کے نامۂ اعمال میں ان لوگوں کے نفس ایمان و اسلام کا اجر بھی لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ کے سوا کوئی نہیں جو

اس اجر بے حساب کا حساب بھی لگا سکے ۔

نیز " قرب بالنوافل " کے طریق میں صرف اپنی زندگی تک ترقی کا سلسلہ جاری رہتا ہے ، جہاں موت نے روح کو جسم سے الگ کیا اور سلسلۂ عمل ختم ہوا ، ترقی بھی ختم ہو جاتی ہے ۔ مگر " قرب بالفرائض " کی راہ میں جب تک اس کے دینی و علمی فیض کا سلسلہ جاری رہے (خواہ وہ واسطہ در واسطہ کی شکل میں قیامت تک ہی جاری رہے) برابر اعمال نامہ میں اندراج ہوتا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے درجات میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح وارد ہوئی ہے ۔

اور قطع نظر ان تفصیلات سے ، سب سے اہم بات وہی ہے جو پہلے بھی عرض کی گئی کہ " قرب بالفرائض " کا یہ راستہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے خواص اصحاب و حواریین کا راستہ ہے ، اور اس کے مشاغل (تعلیم و تعلم ، دعوت و تبلیغ ، اصلاح و ارشاد اور اقامت دین و احیاء شریعت کی کوشش ۔ وغیرہ) ان حضرات کے خاص مشاغل ہیں ، پس اس طریق کو اختیار کرنے والے اور ان کاموں کو سنبھالنے والے بلاشبہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کے اور خصوصاً حضرت خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دینی خلفاء ہیں ، اگرچہ سیاسی نظام اور سیاسی طاقت والی خلافت ظاہرہ ان کے پاس نہیں ہے ، لیکن اصل امانت نبوی کی حفاظت اور تبلیغ و دعوت اور ماننے والوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح و ارشاد کا کام بھی بلاشبہ ایک طرح کی خلافت نبوت

ہی ہٹے ۔ بلکہ یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ مقصدی اہمیت اِس کو زیادہ حاصل ہے اور بر وجہ احسن اور وسیع پیمانہ پر انہی مقاصد کی تکمیل کے لئے "خلافت ظاہرہ" مقصود ہوتی ہے ۔

[ نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ یہی غیر سیاسی خلافت (حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اصطلاح کے مطابق خلافت باطنہ) اگر ایک مرکز اور نظام کے ساتھ ہو تو "خلافت ظاہرہ" تک بھی پہونچا دیتی ہے " استخلاف فی الارض" اور "تمکین دینی" کا انعام انہی فرائض اور انہی خدمات کی انجام دہی پر مرتب ہوتا ہے، یہی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور یہی اس کی سنت ازلیہ ہے بلکہ یہ دعویٰ بھی کیا جاسکتا ہے کہ "خلافت نبوت" کے قیام کا صحیح راستہ صرف یہی ہے اور اس طریقہ اور اس ترتیب کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں پر جد وجہد کرنے سے اگرچہ "اپنی حکومت" قائم کی جاسکتی ہے لیکن خلافت نبوت قائم نہیں ہوسکتی ـــــــــ والتفصیل لایسعہ المقام ]

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا ورنہ عرض کرنا یہی تھا کہ "قرب بالفرائض" کی شان بہت اعلیٰ و ارفع ہے اور اس کے مشاغل، تبلیغ و دعوت، تعلیم و تربیت، اصلاح و ارشاد اور اقامت دین و احیاء شریعت کے لئے جد و جہد وغیرہ کا درجہ اور اجر نفلی عبادات و قربات

---

لہ شاہ ولی اللہؒ نے "فیوض الحرمین" میں اس پر مستقل بحث فرمائی ہے اور اس کا نام انھوں نے "خلافت باطنہ" رکھا ہے ۔

اور ذکر و فکر ہی میں مشغول و منہمک رہنے سے یقیناً بہت زیادہ ہے۔ خصوصاً اس دور میں تو اس طریقہ اور ان مشاغل کی اہمیت اس لئے اور بھی زیادہ ہو گئی ہے کہ یہ زمانہ ہی عوامی تحریکات اور عمومی و جمہوری دعوتوں کا ہے، اور مختلف مادی اور لادینی تحریکیں بے حد تیزی کے ساتھ بڑھتی ہوئی عوام کو اپنی طرف جذب کرتی جا رہی ہیں، ایسے وقت میں بھی اگر دین کی دعوت دینی تعلیم و تربیت اور اصلاح و ارشاد کی جد و جہد وسیع پیمانے پر اور عوامی دعوت کے رنگ میں نہیں کی گئی اور اللہ کے وفادار اور اس کی رضا کے طلبگار بندے خدمت دین کے اس عمومی میدان میں نہ اترے تو دین کی امانت کا بس اللہ ہی حافظ ہے۔

امام ابو اسحاق اسفرائینی کا پر جوش اور ولولہ انگیز پیغام رہ رہ کر یاد آتا ہے، انکے زمانے میں جب عام مسلمانوں کا دین و ایمان بعض خاص گمراہانہ فتنوں کی وجہ سے خطرہ میں پڑ گیا تھا تو آپ اپنے عہد کے بعض ان اکابر و مشائخ کے پاس پہونچے جو دنیا و مافیہا سے یکسو ہو کر پہاڑوں کے غاروں میں عبادت و مجاہدہ میں مصروف تھے اور کہا (اور اللہ اکبر کیسے درد سے کہا)

| | |
|---|---|
| اکلۃ الحشیش انتم ھھنا | جنگل کی سوکھی گھاس پر گزارہ کرنے والو! تم یہاں |
| وامۃ محمد صلی اللہ علیہ | ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت |
| وسلم فی الفتن۔ | گمراہیوں میں مبتلا ہو رہی ہے۔ |

الغرض یہ کام یعنی مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت اور جاہلوں ناواقفوں کی دینی تعلیم و تربیت اور غافلوں ناآشناؤں کو تبلیغ و دعوت کا کام اگرچہ ہر

وقت اور ہر حال میں بہت بڑا اور اہم کام ہے اور جیسا کہ تفصیل سے اوپر عرض کیا گیا۔ عند اللہ اس کا درجہ بہت اعلیٰ وارفع ہے، اور امتیوں کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی کمال اور ترقی کا کوئی مقام نہیں ہے۔ بقول حضرت مجددؒ۔

| | |
|---|---|
| "ہیچ کمالے برتبہ دعوت وتبلیغ نرسد | کوئی کمال دعوت وتبلیغ کے مرتبہ کو نہیں پہونچتا |
| فان احب عباد اللہ الی اللہ من | کیونکہ اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب |
| حبب اللہ الی عبادہ وحبّب | وہ ہے جو اللہ کو اس کے بندوں کا محبوب بناوے |
| عباد اللہ الی اللہ وھو الداعی | اور بندوں کو اللہ کا محبوب بنادے اور وہ داعی |
| والمبلغ " (مکتوبات امام ربانی مکتوب ۴۴) | اور مبلغ ہوتا ہے۔ |

لیکن بالخصوص ایسے زمانہ میں کہ چاروں طرف سے مادیت اور لادینیت کے بادل امنڈ رہے ہوں اور دین سے غفلت وجہالت اور خدا فراموشی کی گھٹائیں نہایت تیزی سے دنیا پر چھائی چلی جا رہی ہوں۔ سو ایسے وقت میں تو ان کاموں کی قدر وقیمت اللہ کے یہاں بے حساب بڑھ جاتی ہے۔ حضرت مجددؒ ہی نے کیسی اچھی تمثیل میں فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| مثلاً سپاہیاں در وقت غلبہ دشمناں واستیلاء | مثلاً جو سپاہی دشمن کے غلبہ اور مخالفین کے چڑھ آنے |
| مخالفاں اگر اندک ترددی کنند آں قدر | کے نازک وقت میں تھوڑی سی بھی وفادارانہ جدوجہد کرتے |
| نمایاں میشود واعتباری گردد کہ در وقت | ہیں وہ ایسا اعتماد اور امتیاز حاصل کر لیتے ہیں کہ عام |
| امن اضعاف آں در حیز اعتبار نمی آید | امن وسکون کے وقت کئی گنی جانفشانی بھی کریں |
| مکتوب ۴۴ | تو وہ اعتبار واعتماد پیدا نہیں ہوتا۔ |

الحاصل ہر زمانہ میں خاص کر ہمارے اس دور میں دینی و روحانی ترقی و قرب الٰہی و رضاء خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ اور شاہراہ "قرب بالفرائض" ہی کا طریقہ ہے اور اس کے مشاغل مثلاً دعوت و تبلیغ، اصلاح و تعلیم اور اقامت دین و احیاء شریعت کے لئے جدوجہد کا درجہ اور اجر یکسوئی کے ساتھ نفلی عبادات و قربات اور ذکر و مراقبہ ہی میں منہمک و مشغول رہنے سے بہت زیادہ ہے ــــ لیکن "قرب بالفرائض" کی ان مشاغل کی یہ امتیازی حیثیت اور "قرب بالنوافل" کے مقابلہ میں ان کی یہ عظمت اور فوقیت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ان کاموں میں اشتغال اخلاص و احتساب اور خشیت و انابت کی صفت کے ساتھ ہو، اگر یہ نہیں ہے، تو پھر ساری دوڑ دھوپ اور جدوجہد ایک بے روح عامیانہ تحریک یا ایک پیشہ اور حرفہ کے سوا کچھ نہیں ہے (اعاذنا اللہ من ذالک) اور ان اوصاف (اخلاص و احتساب) کے حاصل ہونے کا عام آزمودہ اور عادتی ذریعہ ان اوصاف والوں کی صحبت و رفاقت اور تنہائیوں کے اوقات میں ذکر و فکر کی کثرت ہے۔ ان دونوں چیزوں کے اہتمام کے بغیر اخلاص و احسان جیسی کیفیات کا پیدا ہونا اگرچہ عقلاً ناممکن نہیں لیکن عادتاً دشوار اور اہل تجربہ کی شہادت کے مطابق شاذ ضرور ہے۔

**ضروری استدراک** اوپر کی سطروں سے کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ "قرب بالنوافل" کے طریقہ کو ہم غلط یا غیر شرعی یا غیر مرضی سمجھتے ہیں، ہرگز نہیں! حاشا، ہزار بار حاشا!! ہی گذارش کا مدعا تو صرف یہ ہے کہ "قرب بالفرائض" کا راستہ قابل ترجیح اور افضل ہے اور خصوصاً ہمارے اس زمانہ کے حالات اور دینی ضروریات کا تقاضا یہ ہے کہ

اللہ کے بندے اس طریق کو اختیار کریں اور اپنی ہمتوں کو اسی رخ پر لگائیں ۔

نیز ہمیں اس سے بھی انکار نہیں کہ فی زماننا ماحول کے عمومی فساد کی وجہ سے اکثر طبیعتوں کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ کچھ مدت یکسوئی کے ساتھ ذکر وفکر کے بغیر ان پر اخلاص واحسان کا رنگ بھی نہیں چڑھتا، سو ایسے حضرات کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ تیاری کے طور پر کچھ دنوں اسی طریق پر چلیں لیکن مطمح نظر دین کی خدمت ونصرت ہی کے مشاغل کو بنائیں اللہ کی بخشی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں کا اُس سے بہتر مصرف کوئی نہیں ۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عوامی دعوت وتبلیغ اور عوامی تعلیم وتربیت کا یہ کام جس کی طرف اس مضمون میں ہم نے خصوصیت کے ساتھ دعوت دی ہے اس سے ہماری مراد خاص متعارف وعظ گوئی نہیں ہے جس کے لئے علم دین کی ایک خاص مقدار ضروری ہے ، بلکہ حقیقت دین سے ناآشنا طبقوں میں دین کا صحیح شعور پیدا کرنا اور کم از کم دین کی بنیادی باتوں کی ان کو تعلیم و تلقین کرنا اور اس درجہ کی عملی اصلاح کی کوشش کرنا اس سلسلہ کا ابتدائی کام ہے جس میں ہر مسلمان اپنی صلاحیت کے مطابق کچھ نہ کچھ حصہ لے سکتا ہے اور اسی کے ساتھ خود بھی تعلیم وتربیت حاصل کر سکتا ہے ۔

اب ہم اس مضمون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پر ختم کرتے ہیں :۔

| | |
|---|---|
| عن الحسن مرسلا ۔ سئل رسول | حضرت حسن بصریؒ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ |
| اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن | صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے بنی اسرائیل کے دو |
| رجلین کانا فی بنی اسرائیل | شخصوں کی بابتہ سوال کیا جن میں سے ایک دین |
| احدھا کان عالما یصلی المکتوبۃ | کا جاننے والا تھا اس کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز پڑھتا |
| ثم یجلس فیعلم الناس الخیر و | اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا اور سکھاتا اور |
| الآخر یصوم النھار ویقوم اللیل | دوسرا ہمیشہ دن کو روزے رکھتا اور رات بھر نوافل |
| ایھما افضل ؟ | پڑھتا تھا (حضورؐ سے دریافت کیا گیا) کہ ان دونوں |
| قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ | میں سے کون افضل ہے ؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا |
| وسلم فضل ھذا العالم الذی | کہ یہ عالم جو فرائض ادا کرتا اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو |
| یصلی المکتوبۃ ثم یجلس فیعلم | اچھی باتیں بتلاتا اور سکھاتا تھا۔ اس قائم اللیل |
| الناس الخیر علی العابد الذی | صائم النہار عابد کے مقابلہ میں ایسی فضیلت |
| یصوم النھار ویقوم اللیل کفضلی | رکھتا ہے، جیسی کہ تم میں سے کسی ادنی آدمی |
| علی ادناکم | پر مجھے فضیلت حاصل ہے ۔ |

رواہ الدارمی (مشکوٰۃ)

ملحوظ رہے کہ حضورؐ کے جواب میں جو تمثیل ہے، یہ مقدار فضیلت میں نہیں ہے،
بلکہ فضیلت کی نوعیت میں تمثیل و تشبیہ ہے فلا یغرنکم باللہ الغرور

تیسرا ایڈیشن ——— ۲۰۰۶ء طباعت ——— کاکوری آفسٹ پریس لکھنؤ
کتابت ——— امیر حمزہ الاعظمی قیمت ——— ۴/- روپے